R.No.2186/57 REGD.N.L.922

انجمن ترقی اردو (ہند) کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

فون نمبر ۹
سالانہ قیمت ۵ روپے
فی کاپی ۱۵ پیسے

تاریخ ہائے اشاعت
۱ - ۸ - ۱۵ - ۲۲

جلد ۲۸، شمارہ ۳ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۱۵ جنوری ۱۹۶۹ء

اداریہ

ونوبھاوے اور اردو رسم خط

گاندھی جی کے سب سے ممتاز چیلے اور سرودوے تحریک کے رہنما آچاریہ ونوبا بھاوے نے کچھ عرصہ ہوا پٹنہ میں فرمایا۔

"اردو ہندوستان میں فروغ پا سکتی ہے اور قومی زندگی میں ایک اہم رول ادا کر سکتی ہے بشرطیکہ وہ ناگری رسم خط میں لکھی جائے"

ونوبا بھاوے جی کی حب الوطنی، خدمت خلق، بے تعصبی، کشادہ دلی میں کسی ہندوستانی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ ونوباجی کی ہر بات کو آنکھ بند کرکے مان لیا جائے۔ رسم خط کے معاملے میں ونوباجی نے کئی اہم باتوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔

(۱) اگرچہ زبان اور رسم خط کا کوئی بنیادی رشتہ نہیں ہوتا اور کوئی زبان کسی بھی رسم خط میں لکھی جا سکتی ہے، مگر ہر زبان کی ایک تاریخ اور روایت ہوتی ہے۔ اردو رسم خط کا اس روایت اور تاریخ کی وجہ سے اب زبان کے ساتھ ایک اٹوٹ رشتہ قائم ہو گیا ہے۔ اس رشتے کو نظر انداز کرنا بہت بڑی نفسیاتی غلطی ہوگی۔

(۲) ہمارے دستور میں اقلیتوں کو اس بات کی ضمانت دی گئی ہے کہ ان کو اپنی زبان یا رسم خط یا تہذیب کے باقی رکھنے کی پوری آزادی ہوگی۔ دفعہ ۲۹ (۱) کی یہ ہدایت اس سلسلے میں بالکل واضح ہے۔

"ہندوستان کے علاقے میں رہنے والے شہریوں یا اس کے کسی حصے میں رہنے والوں کے کسی فریق کو جو اپنی ایک ممتاز (علحدہ) زبان، رسم خط یا تہذیب رکھتا ہے، اسے محفوظ رکھنے کا حق ہوگا۔"

گویا دستور نے صرف زبان کی ہی نہیں رسم خط کی بھی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

(۳) گاندھی جی برابر یہ کہتے رہے کہ ہندی رسم خط کے علاوہ اردو رسم خط کے استعمال کی نہ صرف اجازت ہونی چاہئے بلکہ حکومت کو اردو رسم خط میں بھی اپنے اعلانات شائع کرنے چاہئیں۔ اردو رسم خط کی حفاظت اور ترقی کے متعلق گاندھی جی کے متعدد بیان موجود ہیں۔

(۴) ہندوستان بہت سی زبانوں کا ملک ہے اور یہاں متعدد رسم خط رائج ہیں۔ ان سب زبانوں کے بولنے والوں کو پوری آزادی ہونی چاہئے کہ وہ جس رسم خط کے عادی ہوں یا جسے پسند کرتے ہوں اسے فروغ دیں۔

(۵) سندھی زبان کو دیوناگری حروف میں لکھنے کی تحریک کچھ لوگوں نے چلائی تھی لیکن سندھی کے بیشتر اہم اور نمائندہ اشخاص نے پرانے عربی رسم خط کو ہی ترجیح دی اور اس لئے دیوناگری میں سندھی لکھنے کا میلان اب کم ہو گیا ہے۔

(۶) جن ہندوستانی زبانوں کا رسم خط دیوناگری سے ملتا جلتا ہے ان کے بولنے والے بھی اپنے رسم خط میں تبدیلی کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ بنگلہ زبان کے کسی سنجیدہ اور ذمہ دار لکھنے والے سے بات کی جائے تو یہ حقیقت آئینہ ہو جائے گی۔

(۷) دیوناگری رسم خط میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں۔ اردو رسم خط بھی بے عیب نہیں ہے مگر اس میں بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ صوتی مناسبت کا لحاظ دیوناگری میں رکھا گیا ہے، صوری مناسبت کا اردو رسم خط میں۔

(۸) دیوناگری میں ایک زمانے میں اردو کی آوازوں کو نقطوں سے ظاہر کیا جاتا تھا۔ اب دیوناگری والے اس کا التزام ضروری نہیں سمجھتے اس لئے اردو کی آوازیں عام طور پر دیوناگری میں ظاہر نہیں کی جاتیں

(۹) اردو رسم خط کو اب فارسی یا عربی رسم خط کہنا غلط ہے۔ اس

میں ہندی کی بھی آوازوں کی گنجائش موجود ہے اور یہ رسم خط صدیوں کے چلن کی وجہ سے اتنا ہی ہندوستانی ہے جتنا کوئی دوسرا رسم خط۔

(۱۰) رسم خط کی اصلاح اور چیز ہے اور رسم خط کو بدلنا دوسری چیز۔ تعلیم اور طباعت کی ضروریات کے لئے رسم خط میں اصلاح ہو سکتی ہے اور ہونی چاہئے۔ اس کی طرف ہم بار بار توجہ دلا چکے ہیں، مگر رسم خط کو بہر حال باقی رکھنا چاہئے۔

(۱۱) اس کے ساتھ جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں کے لئے جو اردو زبان سمجھ لیتے ہیں مگر اردو رسم خط سے واقف نہیں ہیں۔ اردو کی کتابیں دیوناگری رسم خط میں بھی شائع کرنی چاہئیں تاکہ اردو سیکھنے والوں کا حلقہ بڑھے اور اس کی مقبولیت میں اضافہ ہو۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خاص خاص کتابیں ہندی رسم خط میں بھی شائع کی جائیں۔ اردو ادب کے سارے سرمائے کو دیوناگری میں منتقل کرنے کا خیال کتنی ہی نیک نیتی پر مبنی ہو عمل میں نہیں آسکتا اور ہمارا فرض ہے کہ آئندہ نسلوں کے اپنے سارے سرمائے تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے دیں۔

(۱۲) قومی یک جہتی ایک زبان یا ایک رسم خط سے پیدا نہیں ہوتی۔ قومی یک جہتی کے لئے ضروری ہے کہ اکثریت اقلیت کے جذبات و نفسیات کا خیال رکھے اور اسے کسی وقت یہ محسوس نہ ہونے دے کہ اس پر کوئی چیز طاقت یا تعداد کے بل پر لادی جا رہی ہے۔ قومی یک جہتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ملک کی ساری تہذیبی دولت پر فخر ہو خواہ وہ اکثریت کی میراث ہو یا اقلیت کی۔ اقلیت کو اکثریت کی زبان سیکھنا چاہئے اور اکثریت سے ذہنی قربت پیدا کرنی چاہئے، مگر اپنی زبان کے بجائے نہیں، اس کے علاوہ کچھ اردو دوست بھی نیک نیتی سے، مگر حالات سے گھبرا کر یہ مشورہ دینے لگے ہیں کہ ہمیں دیوناگری رسم خط اختیار کر لینا چاہئے، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ زبانیں مصلحت اندیشی کی بنا پر نہیں، اپنی چیز پر فخر اور ان کی حفاظت کے جذبے پر زندہ رہتی ہیں۔ اردو زبان اپنے تاریخی رسم خط کے ساتھ، ہندوستان کی قومی زبانوں میں سے ایک زبان ہے اس کی بقا اور ترقی کا فرض پہلے اردو بولنے والوں پر اور پھر سارے ہندوستان پر عائد ہوتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا فرض پہچاننا چاہئے اور اسے بجالانے کی کوشش میں مصروف ہو جانا چاہئے۔ اردو زبان اور ملک و قوم دونوں کی سچی خدمت یہی ہے۔

علامہ اقبال کے خادم علی بخش کا انتقال

لائلپور، علامہ اقبال کے وفادار خادم علی بخش چک نمبر ۸۸ نالیوالا نزد چک جھمرہ ۸۵ سال کی عمر میں وفات پا گئے بابا علی بخش نے جب کہ وہ کم سن ہی تھے علامہ اقبال کی گھریلو ملازمت اختیار کی اور ان کی وفات تک ان کی خدمت گزاری کرتے رہے۔ علامہ اقبال کے خاندان کی ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد انھوں نے ضلع لائلپور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ (الجمعیۃ)

عبدالرحمان چغتائی کا نیا "مرقع" مکمل ہو گیا

لاہور، مشہور مصور جناب عبدالرحمان چغتائی نے ایک نیا "مرقع چغتائی" مرتب کر لیا ہے جس میں علامہ اقبال کے اشعار کو تصویری شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ جناب عبدالرحمان چغتائی کی عمر ۷۰ برس کی ہے وہ ۲۱ر ستمبر ۱۸۹۸ء کو لاہور میں پیدا ہوئے، جناب عبدالرحمان ایک عرصے سے علامہ اقبال کے کلام کو مصور کرنے میں مصروف تھے۔ ۱۹۶۱ء میں اقوام متحدہ کے بین اقوامی ادارہ بہبودی اطفال نے دنیا کے بیمار اور مفلس بچوں کے لئے عطیات کی فراہمی کی غرض سے جو تہنیتی کارڈ شائع کئے ان پر دنیا کے جن مشہور مصوروں کی بنائی ہوئی تصاویر چھاپی گئیں ان میں عبدالرحمان چغتائی بھی شامل تھے، آرٹ کی خدمت کے سلسلہ میں چغتائی کو صدر کا تمغہ اور دس ہزار روپے کا انعام بھی مل چکا ہے۔ (قومی آواز)

بنارس یونی ورسٹی میں غالب انعامی مقابلہ

بنارس، یادگار غالب کمیٹی بنارس ہندو یونی ورسٹی کی ایک میٹنگ ڈاکٹر دیوراج صاحب کی صدارت میں ہوئی کمیٹی کے جنرل سکریٹری ڈاکٹر حکم چند نیر نے مرزا غالب کی سوسالہ برسی سے متعلق مجوزہ تقریبات کی تفصیلات بیان کیں۔ ممبران نے متفقہ رائے سے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے مرزا غالب کی حیات، شخصیت، شاعری، یا نثر نگاری سے متعلق کسی پہلو پر اردو، ہندی اور انگریزی میں مضمون نویسی کا ایک انعامی مقابلہ منعقد کیا جائے۔ اردو میں بہترین مضامین پر بالترتیب ایک سو پچاس روپے، ایک سو روپے، اور ساٹھ روپے کے تین انعامات دئے جائیں۔ ہندی اور انگریزی میں بہترین مضامین پر ڈیڑھ سو روپے کا ایک ایک انعام دیا جائے۔

(رام آسرا راز)

آمنہ ابوالحسن کا نیا ناول "سیاہ سرخ سفید" شائع ہو گیا

حیدرآباد اردو کی ممتاز افسانہ نگار محترمہ آمنہ ابوالحسن کا ناول "سیاہ سرخ سفید" شائع ہو گیا ہے آمنہ ابوالحسن کی یہ دوسری تصنیف ہے۔ اس سے پہلے ان کی کہانیوں کا ایک مجموعہ "کہانی" کے عنوان سے سنہ ۱۹۶۵ء میں شائع ہوا تھا۔ ان کی۔ تازہ تخلیق ۲۳۲ صفحات پر مشتمل ہے جسے نیشنل بک ڈپو حیدرآباد نے شائع کیا ہے، یہ ناول جس کی قیمت چار روپے ہے، نیشنل بک ڈپو مچھلی کمان حیدرآباد اور ادبی ٹرسٹ بک ڈپو کتارہ بینک بلڈنگ عابد روڈ حیدرآباد سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (بشیر انور)

عبدالقوی دسنوی

خمسہ بر غزل حضرت غالب

نواب شاہجہاں بیگم کا زمانہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ بھوپال میں اس دورِ حکومت میں علم و ادب کی بڑی خدمت ہوئی۔ خود بیگم صاحبہ شاعرہ تھیں اور ابتدا میں "شیریں" اور بعد میں "تاجور" تخلص کرتی تھیں "دیوانِ شیریں" اور "تاج الکلام" ان کے شعری مجموعے ہیں ان کی ایک مثنوی "صدق البیان" کے نام سے شائع ہو چکی ہے اور مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ نواب شاہجہاں بیگم کی وجہ سے یہاں شعر و شاعری کا بہت زور تھا۔ محل میں اکثر مشاعرے ہوا کرتے تھے جن میں خواتین بھی حصہ لیا کرتی تھیں۔ اس طرح خواتین میں بھی اچھا شعری ذوق پیدا ہو گیا تھا۔ سکندر جہاں بیگم ضیا، سلطان جہاں بیگم حیا، فرخندہ بیگم، منور جہاں بیگم مسرت، اور مشرف جہاں بیگم ثروت ایسی ہی خواتین ہیں جن کا تعلق ان شعری محفلوں سے تھا۔ آخری دو خاتون منور جہاں بیگم مسرت اور مشرف جہاں بیگم ثروت جو بڑی بیگم اور چھوٹی بیگم کے نام سے مشہور تھیں نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کی صاحبزادیاں تھیں بڑی بیگم منور جہاں بیگم مسرت کی شادی نواب عالمگیر محمد خاں نمود برادر زادہ شاہجہاں بیگم سے ہوئی تھی۔ ان کے کلام کا مجموعہ "گلستانِ مسرت" کے نام سے ۱۳۱۷ھ میں مطبع مفیدِ عام آگرہ سے شائع ہوا ہے۔ چھوٹی بیگم یعنی مشرف جہاں بیگم ثروت کی شادی نواب عالمگیر محمد خاں نمود کے چھوٹے بھائی نواب صدر محمد خاں سے ہوئی تھی۔ اپنی بڑی بہن مسرت کی طرح ثروت کے کلام کا مجموعہ "گلستانِ ثروت" ۱۳۱۷ھ میں مطبع مفیدِ عام آگرہ سے شائع ہو چکا ہے۔

"گلستانِ ثروت" ۲۴۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

صفحہ ۲۰۸ سے "خمسہ جات" کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کی فہرست یہ ہے:-

خمسہ بر غزل علیا حضرت حضور سرکارِ عالیہ والیہ ریاست بھوپال دام اقبالہا۔

خمسہ بر غزل نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی۔

خمسہ بر غزل حضرت امیر مینائی۔

خمسہ بر غزل جناب ہمشیرہ معظمہ مرحومہ المتخلص بہ مسرت

خمسہ بر غزل خود

خمسہ بر غزل حضرت غالب

"خمسہ بر غزل حضرت غالب" ملاحظہ کیجئے

باندھے کے جوڑا ناز سے بات نہ تو بنا کریں
گر نہ اشارے ہونٹ سے اے گلِ دلربا کریں
تجھکو بنا دے برملا چوم کے منہ مرا کریں
غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یوں
بوسہ کو پوچھتا ہوں میں منہ سے مجھے بتا کہ یوں

دیکھئے ہیں ہیں صاف دل دونوں جہاں میں یار سے
جان گیا وہ مدعا شکل ہماری دیکھ کے
ایسے سے کہنا ہے عبث تو دے جواب لب سے
پرسش طرزِ دلبری کیجئے کیا کہ بن کہے
اس کے ہر ایک اشارے سے نکلے ہے یہ ادا کہ یوں

دل کے میں اپنے یار سے تو ڑوں مزے وصال کے
دیکھ کے مرگی مرا آتش رشک سے جلے
پر میں یہ سوچتا ہوں پھر شرکت رشک غیر سے
رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لئے
آئے وہ یاں خدا کرے پر نہ کرے خدا کہ یوں

بگڑے جو خود سے ہر گھڑی اس نے تو کیا ہے
بات بھلی بھی گر کہو تو وہ اسے بری لگے
پھر تو ہی کہہ ستم نشیں من کے یہ کیوں نہ جی جلے
غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھئے
سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یوں

رہتے نہیں حواس ٹھیک جاتے ہیں اس کے سامنے
ہوتے ہیں ہوش بھی ہوا چہرۂ یار دیکھ کے
کیجئے پھر عرض مدعا کوئی کرے تو کیا کرے
بزم میں اس کے روبرو کیوں نہ خموش بیٹھئے
اس کی تو خامشی میں بھی ہے یہی مدعا کہ یوں

آتا ہے جی میں بار بار لے لوں بلائیں یار کی
صدقے ہوں اس ادا کے میں خوب ہے یہ ادا بھلی
دیکھئے اس کی شوخیاں دیکھئے اس کی دل لگی
میں نے کہا کہ بزمِ ناز چاہئے غیر سے تہی
سن کے ستم ظریف نے مجھ کو اٹھا دیا کہ یوں

پریم وار برٹنی

روزنِ شب

تصورات نے خوابوں کے زم پروں پر
صباحتوں کا سنہرا طلسم دیکھ لیا
چھپا رہا جو حجابات کے حصاروں میں
فلک کا چاند بھی جس کو کبھی نہ دیکھ سکا
زہے نصیب کہ ہم نے وہ جسم دیکھ لیا

بڑے خلوص سے دیکھا وہ جسم نرم و گداز
کہ جیسے رات کی تاریکیوں کے روزن سے
کسی نے چاند کی گولائیوں کو دیکھا ہو؟

ہوتے ہیں تیر سے نالوں سے گلگت گوش کس طرح
دل سے زباں پہ آتا ہے عشق کا جوش کس طرح
کرتا ہے میرے ہجر میں آہ و خروش کس طرح
مجھ سے کہا جو یار نے جاتے ہیں ہوش کس طرح
دیکھ کے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یوں

پہلے کبھی تو قفل لب تھی نہ یہ میری خاموشی
دیتی نہ تھی زباں بند لب پہ تھی ہر گھڑی ہنسی
آ کے یہاں کی رسم و راہ میں نے نہیں یہ سیکھ لی
کب مجھے کوئے یار میں رہنے کی وضع یاد تھی
آئینہ دار بن گئی حیرت نقش پا کہ یوں

لاکھ کہوں میں ٹھیک ہے بات یہ حسرت آپ کی
میرا کلام جھوٹ ہے میرا گمان غلط سہی
اس کو کرو ں گا کیا مگر اگلوں کا قول ہے یہی
جو یہ کہے کہ ریختہ کیونکہ ہو رشک فارسی
گفتہ غالب ایک بار پڑھ کے اسے سنا کہ یوں

روئیں نہ کیوں فراق میں صبر ہو دل کو آ کیوں
ضبط کا حکم ہے تو پھر ہم سے نظر چرائے کیوں
شیشۂ دل کو ظلم کا بانٹ کوئی لگائے کیوں
دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

راہ میں ہیں پڑے ہوئے گھر نہیں یہ مکاں نہیں
خوف رقیب کا نہیں منت پاسباں نہیں
قید مکاں چھوٹ گئے قید کوئی یہاں نہیں
دیر نہیں حرم نہیں، در نہیں، آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہ گزر پہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں

جنبش چشم تیغ کیں تیر قضا تری نگاہ
دام بلا ہے سر بسر دوش پہ گیسوئے سیاہ
دشمن جان ہے ادا کیوں نہ ہو حال دل تباہ
دشنۂ غمزہ جاں ستاں ناوک ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں

کہتے ہیں اس کو پر جفا خیرہ پر جفا سہی
دشمن جان عاشقاں دوست رقیب کا سہی
اچھی کہی برا ہے وہ یوں ہی سہی برا سہی

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

ساغر عاشق ہرگانوی

اخبار و رسائل میں غالب

(گذشتہ سے پیوستہ)

۹۶۔ خواجہ قمرالدین راقم کی شرح دیوان غالب (مراسلہ از پروفیسر سید احتشام حسین) — ۸ر جنوری ۶۶ء

۹۷۔ مرزا غالب پرائز — دہلی — ۲۲ر جنوری ۶۶ء

۹۸۔ غالب کا شعر جسے شاستری جی پڑھا کرتے تھے (نئی دہلی)
پڑیے گر بیمار تو کوئی نہ ہو تیماردار
اور اگر مر جائیے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو — یکم ر فروری ۶۶ء

۹۹۔ سمپورنانند غالب اکیڈمی کے دفتر میں — (بحوالہ سیاست جدید) — وارانسی — ۸ر فروری ۶۶ء

۱۰۰۔ غالب کی صد سالہ برسی — اداریہ — ۸ر فروری ۶۶ء

۱۰۱۔ خواجہ قمرالدین راقم کی شرح دیوان غالب — سید فضل المتین — ۱۵ر فروری ۶۶ء

۱۰۲۔ انجمن ترقی اردو دلی اسٹیٹ کے زیر اہتمام یوم غالب (بحوالہ الجمعیۃ) — یکم ر مارچ ۶۶ء

۱۰۳۔ الہ آباد یونیورسٹی میں یوم غالب — قمر عباس یکم ر مارچ ۶۶ء

۱۰۴۔ کروڑی مل کالج دہلی کے زیر اہتمام شام غالب — سکریٹری بزم ادب — یکم ر مارچ ۶۶ء

۱۰۵۔ غالب — (نظم) — جے کرشن چودھری حبیب — ۸ر مارچ ۶۶ء

۱۰۶۔ لکھنؤ یونیورسٹی میں جشن غالب (بحوالہ قومی آواز) ۸ر مارچ ۶۶ء

۱۰۷۔ خخانۂ جاوید اور خطوط غالب کے مسودے (مراسلہ از اکبر علی خاں) — ۲۲ر مارچ ۶۶ء

۱۰۸۔ غالب کی شخصیت پر نفسیاتی اور غم کی پرچھائیاں تھیں ۱۸ ویں نفسیاتی کانفرنس میں تجزیہ — نئی دہلی (بحوالہ قومی آواز) ۸ر اپریل ۶۶ء

۱۰۹۔ پرچیا کی جانب سے یوم غالب — ڈاکٹر سید عبدالعلی رضا ۸ر اپریل ۶۶ء

۱۱۰۔ ازبکی زبان میں امراؤ جان ادا اور انتخاب غالب تاشقند — ۲۲ر اپریل ۶۶ء

۱۱۱۔ غالب کے ساتھ ایک شام — جموں و کشمیر — سکریٹری بزم ادب — ۲۳ر اپریل ۶۶ء

۱۱۲۔ غالب شناسی کے افتتاح پر ادیبوں کا جلسہ — بمبئی — یکم ر مئی ۶۶ء۔

(باقی آئندہ)

خلیل الرحمٰن اعظمی

سخن در سخن

ہمارے یہاں ابھی کوئی ایسی فہرست مرتب نہیں ہوئی ہے جس سے اردو کی تمام مطبوعہ کتابوں کی تعداد کا تخمینہ لگایا جاسکے۔ غالباً سب سے پہلے سجاد مرزا دہلوی نے اس قسم کے کام کا ایک منصوبہ تیار کیا تھا اور "الفہرست" کے نام سے ایک کتاب شائع کی تھی لیکن یہ کتاب اب بہت پرانی بھی ہوگئی ہے اور جس وقت شائع ہوئی تھی اس وقت بھی نامکمل تھی۔ مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی وفات سے چند سال قبل انجمن ترقی اردو پاکستان کی جانب سے اس طرح کا ایک کام کرنے کی کوشش کی تھی جس کے نتیجے میں ایک کتاب "قاموس الکتب" شائع ہوئی۔ یہ اس سلسلے کی پہلی جلد تھی جو صرف مذہبی کتابوں سے متعلق تھی۔ اس کتاب میں بیس ہزار مطبوعہ کتابوں سے متعلق اطلاعات فراہم کی گئی ہیں۔ دوسرے موضوعات سے متعلق چھان بین کرکے فہرستیں مرتب کی جائیں تو میرا خیال یہ ہے کہ اردو میں مطبوعہ کتابوں کی تعداد کروڑوں تک پہنچے گی۔ ان فہرستوں سے جہاں اور بہت سے فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں وہاں اردو زبان کی وسعت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مگر اردو میں تصنیف و تالیف کا کام کرنے والوں اور کتابوں کی اشاعت سے متعلق بعض ایسے مسائل ہیں جن پر میں اکثر غور کرتا رہا ہوں۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایک طرف ہمارے یہاں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو اناپ شناپ کتابیں لکھتے بلکہ گھر ان کی اشاعت کا بھی فوری بند و بست کرلیتے ہیں دوسری طرف ایسے لوگوں کی بھی خاصی تعداد ہے جن کا علم اور جن کی بصیرت قابل رشک ہے مگر یہ حضرات کسی مستقل تصنیف کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ اگر کبھی کچھ لکھا تو ان کی تحریریں رسائل کے صفحات میں منتشر ہیں۔ انھیں کتابی صورت میں یکجا نہ کرنے کی وجہ سے بعد میں آنے والی نسلیں ان کے استفادے سے تقریباً محروم رہ جاتی ہیں۔ ہمارے یہاں ایسے کتب خانوں کی بے حد کمی ہے جہاں پرانے رسائل کو مجلد کراکے انھیں حفاظت سے رکھنے کا کوئی معقول انتظام ہو۔ بعض کتب خانوں میں اگر رسالوں کے فائل ہیں بھی تو ہر رسالے کے کچھ نہ کچھ پرچے غائب ہیں۔ جو پرچے موجود ہیں ان کی بھی صورت یہ ہے کہ بعض اہم مضامین کاٹ کر نکال لئے گئے ہیں۔

بعض لکھنے والے ایسے ہیں جن کے نام اکثر ذہن میں آتے ہیں۔ کبھی تو اس طرح کہ ان حضرات نے اپنی صلاحیتوں سے وہ کام نہ لیا جس کی ان سے بجا طور پر توقع کی جاسکتی تھی کبھی اس صورت میں کہ کچھ ایسے لکھنے والے ہیں جنھوں نے بہت اچھا لکھا لیکن جو کچھ لکھا وہ کتابی صورت میں سامنے نہ آسکا مثلاً:

(۱) میر ناصر علی دہلوی۔ ایڈیٹر "صلائے عام"۔ اردو کے ایک صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ انھیں اردو میں انشائے لطیف کا ایک طرح بانی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ مہدی افادی اور بعض دوسرے انشا پردازوں نے انھیں کے چراغ سے اپنا چراغ جلایا۔ ان کے مضامین سے متعلق کئی مرتبہ سننے میں آیا کہ کتابی صورت میں شائع ہونے والے ہیں لیکن اب تک اس کی نوبت نہیں آئی۔

(۲) تاجور نجیب آبادی۔ کسی زمانے میں اردو کے اہم ادیب، انشا پرداز، شاعر اور صحافت نگار تھے۔ مخزن، ہمایوں، ادبی دنیا اور شاہکار جیسے رسالوں کی ادارت کی اور بہت کچھ لکھا۔ اردو زبان و ادب میں بعض اہم تبدیلیاں ان کی بدولت ہوئیں مگر ان کی نظم یا نثر کا کوئی مجموعہ تا حال کتابی صورت میں شائع نہیں ہوا۔

(۳) میاں بشیر احمد۔ رسالہ ہمایوں کے بانی اور مدیر خود بھی اچھے انشا پرداز اور شاعر ہیں۔ بیسویں صدی کی تیسری اور چوتھی دہائی میں اردو

محمد منشاء الرحمٰن منشاء

غزل

(اپالو-۱۵ کے کامیاب خلائی سفر سے متاثر ہوکر)

خوشنما چاند ستاروں سے پرے جا پہنچی
نگہِ شوق نظاروں سے پرے جا پہنچی

ہم زمیں والوں کو ہے ناز کہ اب اپنی نظر
آسماں گیر غباروں سے پرے جا پہنچی

اے خوشا جوشِ عمل جرأتِ انساں کی کمند
جگمگاتے ہوئے تاروں سے پرے جا پہنچی

فکر نو نے جو جلائے تھے ریاضت کے چراغ
ان کی ضو چاند کے غاروں سے پرے جا پہنچی

برکتِ جہدِ مسلسل کی قسم یورشِ عزم
چرخِ دوراں کے حصاروں سے پرے جا پہنچی

آج ہم اہلِ یقیں کے پرِ پرواز کی دھوم
وہم کے کہنہ اجاروں سے پرے جا پہنچی

یہ بھی فیضانِ جنوں ہے کہ ہماری شہرت
علم و دانش کے دیاروں سے پرے جا پہنچی

اہلِ ساحل کا خدا جانے ہوا کیا انجام
کہتے ہیں موج کناروں سے پرے جا پہنچی

جب کبھی ذکر کسی کے رخِ رنگیں کا چھڑا
بات رنگیں بہاروں سے پرے جا پہنچی

زندگانی کی طرح اردو غزل بھی منشاء
چند فرسودہ اشاروں سے پرے جا پہنچی

نظری حیثیت واضح ہو سکے بے شمار تجربے انھوں نے کیے مگر جہاں تک ہمیں علم ہے ان کی چیزیں کبھی کتابی صورت میں سامنے نہیں آئیں۔

(۴) منصور احمد۔ پہلے ہمایوں سے وابستہ تھے پھر "ادبی دنیا" نکالا۔ منظوم تراجم اور نئے طرز کی نظمیں انھوں نے بہت بڑی تعداد میں لکھیں۔ بعنوان شباب میں ہی انتقال کیا۔ اس کے بعد لوگ انھیں بھول گئے۔ ان کی کوئی کتاب نہ چھپ سکی۔

(۵) حامد علی خاں۔ ہمایوں کے نائب مدیر کی حیثیت سے کسی زمانے میں بے حد شہرت رکھتے تھے۔ پھر "مخزن" جاری کیا۔ اردو نظم کو نئے اسالیب سے آشنا کرنے میں ان کا بھی ہاتھ ہے لیکن ان کی تخلیقات مجموعے کی صورت میں شائع نہ ہو سکیں۔

(۶) مولانا صلاح الدین احمد۔ ادبی دنیا کے نامور مدیر، اپنے زمانے کے مانے ہوئے انشا پرداز اور نقاد۔ انھوں نے علمی اور ادبی موضوعات پر بے شمار مضامین لکھے ۱۹۳۰ء کے بعد آنے والے ادیبوں میں سے بیشتر کے جوہر کو سب سے پہلے انھوں نے پہچانا اور ان کی تحریروں کے بے مثال تجزیے کیے۔ ان کے مضامین کا کوئی مجموعہ شائع نہ ہو سکا۔ ایک زمانے میں اعلان ہوا تھا کہ "صریر خامہ" کے نام سے ان کی تحریریں یکجائی صورت میں آرہی ہیں، پھر نہ جانے کیا ہوا۔

(۷) میرا جی۔ حلقۂ ارباب ذوق کے بانی اور اردو میں جدید شاعری کے اہم ترین رکن۔ ان کی نظموں کا ایک مجموعہ ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا تھا۔ گیتوں کے بھی دو مجموعے چھپے۔ "مشرق و مغرب کے نغمے" کے عنوان سے مضامین کا ایک مجموعہ وفات کے بعد شائع ہوا لیکن ان کی نظموں کے کئی اہم مجموعے اب تک غیر مطبوعہ ہیں۔ ان کے مسودات اختر الایمان کے پاس ہیں۔ کئی بار سنا کہ وہ شائع کر رہے ہیں، پھر معلوم ہوا کہ رائٹرز گلڈ پاکستان والے شائع کریں گے، اب مکتبۂ فنون نے اشاعت کا اعلان کیا ہے۔ دیکھیے کب شائع ہوتا ہے۔ میرا جی کی شاعری اور شخصیت پر اب تک سیکڑوں مضامین لکھے جا چکے ہیں اور حلقۂ ارباب ذوق کی طرف سے ہر سال ان کی برسی بھی منائی جاتی ہے مگر ان کا ۱۹۴۳ء سے ۱۹۴۹ء تک کا کلام جب تک یکجا صورت میں شائع نہ ہو جائے ان کا تنقیدی مطالعہ مناسب طور پر نہیں کیا جا سکتا۔

(۸) ڈاکٹر عبد الستار صدیقی۔ ایک مسلم الثبوت عالم اور محقق ہیں مگر ان کی کوئی مستقل تصنیف نہیں۔ بعض اہم شعراء کے دواوین و کلیات کی ترتیب و تدوین کا کام ان سے بہتر کوئی اور نہیں کر سکتا مگر نہ جانے کن وجوہ کی بنا پر موصوف نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ احسن اللہ خاں بیاں کے دیوان کی تدوین کا اعلان اب سے پچاس برس پہلے ہوا تھا لیکن تا حال وہ غیر مطبوعہ ہے جو علمی مضامین وقتاً فوقتاً لکھے انھیں بھی کتابی صورت میں شائع نہیں کیا گیا۔

(۹) قاضی عبد الودود۔ اردو زبان کے مانے ہوئے محقق ہیں۔ ان کی علمیت اور مطالعے کی وسعت میں کوئی کلام نہیں۔ ان سے بجا طور پر توقع تھی کہ وہ اردو کے اہم شعراء کے دواوین کو صحیح متن کے ساتھ سامنے لائیں گے مگر نہ جانے کیوں موصوف نے اس طرف توجہ نہ کی۔ مضامین بھی بہت لکھے مگر بہت کم یکجا ہو سکے۔ "عیار ستان" اور "اشتر و سوزن" ان کی تصنیفی سرگرمیوں کے بہت ہی نامکمل عکس ہیں۔

(۱۰) حمید احمد خاں۔ غالب سے متعلق استناد کا درجہ رکھتے ہیں بعض دوسرے موضوعات پر بھی اعلیٰ درجے کے مضامین لکھے۔ مگر کتاب کوئی نہیں شائع ہوئی۔

(۱۱) ڈاکٹر کنور محمد اشرف مرحوم۔ ان کے مطالعے کی وسعت اور علمی بصیرت میں کسے کلام ہے۔ ساری عمر مختلف موضوعات پر مواد جمع کرتے رہے اور نوٹس لیتے رہے لیکن ان سے کوئی کام نہ لے سکے۔ پندرہ بیس مضامین رسالوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔ انھیں کتابی صورت میں شائع کر دیا جائے۔ تو بہت سی تصنیفات پر بھاری ہوں گے۔

(۱۲) خواجہ منظور حسین۔ ان کی علمیت، خوش ذوقی اور تنقیدی بصیرت کا عام طور پر بہت چرچا ہے۔ جوانی میں کچھ مضامین لکھے بھی تھے اور انگریزی، فرانسیسی اور روسی کہانیوں کے تراجم اس زمانے میں کیے جب ہمارے یہاں جدید انداز کی افسانہ نگاری کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا۔ کسی زمانے میں سنا جاتا تھا کہ میر سے متعلق انھوں نے بہت سا مواد جمع کیا ہے اور کتاب لکھ رہے ہیں لیکن ان کی کوئی چیز ابتک کتابی صورت میں شائع نہیں ہوئی۔

(۱۳) سلیم جعفر۔ ان کے علمی مضامین زمانہ، ہندوستانی اور بعض دوسرے رسائل میں شائع ہوا کرتے تھے۔ سنسکرت اور ہندی کے بھی عالم تھے۔ صرف ان کی ایک کتاب "گلزار نظیر" چھپ سکی۔ مضامین رسالوں میں بکھرے ہوئے ہیں۔

(۱۴) مرزا احسان احمد۔ داغ گرد (جگر مراد آبادی کا پہلا مجموعہ کلام) اور نشاط روح (اصغر گونڈوی کا مجموعہ) انھوں نے اپنے مقدموں کے ساتھ شائع کیا تھا۔ علمی و ادبی موضوعات پر گراں گزرا ہیں، معارف، نیرنگ خیال اور دوسرے رسائل میں بے شمار مضامین لکھے لیکن یہ مضامین کبھی مجموعے کی صورت میں شائع نہیں ہوئے۔ اب ان کے نام سے بھی کم لوگ آشنا ہیں۔

(۱۵) وصی احمد بلگرامی۔ صاحب طرز انشا پرداز تھے۔ ان کے کئی معرکے کے مضامین ہیں مثلاً حسن بستی میں۔ ملک خدا کے شہزادے سپاہی کی بیٹی وغیرہ۔ ان مضامین کو کتابی صورت میں آنا چاہیے تھا

(۱۶) علی عباس جلال پوری۔ "ادبی دنیا" اور بعض دوسرے رسائل میں بے حد اہم موضوعات پر مضامین لکھتے رہے ہیں۔ اقبال پر بھی کئی معرکے کی تنقیدیں لکھ چکے ہیں۔ مگر ان کی کوئی کتاب شائع نہ ہو سکی۔

اس فہرست کو جتنا بھی چاہے بڑھاتے جائیے، ایسے لوگوں کی تعداد خاصی ہے جن کی تحریریں کتابی صورت میں شائع نہیں ہوئیں

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

مراسلات

نوخواندہ بالغوں کے لئے لٹریچر کی فراہمی

(۱) ادارہ مرکز تعلیم بالغاں" گورکھپور ایک تعلیمی ادارہ ہے جس کے ارکان نے مسلم ان پڑھ بالغوں کو اردو پڑھانے سکھانے کا عزم کیا ہے۔ اس کے لئے وہ عرصہ آٹھ مہینہ سے سرگرم عمل ہیں۔ اس مرکز کو اب نوخواندہ بالغوں کے لئے اردو میں مطالعاتی لٹریچر (READING MATERIALS) کی ضرورت ہے۔ تاکہ نوخواندہ بالغوں کو مزید لٹریچر بہم پہنچا کر ان کے پڑھنے لکھنے کے ذوق و شوق کو برقرار رکھا جا سکے۔ اس کے لئے لوگوں و اداروں سے درخواست ہے کہ وہ ایسا لٹریچر ذیل کے پتہ پر ارسال کرنے کی زحمت گوارا کریں۔ ادارہ ان کا بہت ہی شکر گزار ہوگا۔

(۲) ایسے افراد جو بالغوں کی تدریس و تعلیم کا تجربہ رکھتے ہوں مرکز سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ تاکہ مرکز اپنی کوششوں کو منظم طریقہ پر آگے بڑھا سکے۔ اور بالغوں کے لئے لٹریچر ترتیب دینے کے بارے میں بھی غور کیا جا سکے۔

(مصطفیٰ کمال ڈائرکٹر مرکز تعلیم بالغاں کمال منزل تیواری پور گورکھپور)

غالب کے شاگرد

میں غالب کے ایسے شاگردوں کے نام اور حالات جمع کر رہا ہوں جن کا ذکر جناب مالک رام صاحب کی بے نظیر کتاب "تلامذہ غالب" میں نہیں ہے۔ اگر کسی علم دوست بزرگ کو ایسے شعرائے کرام کے نام اور حالات معلوم ہوں تو ازراہ نوازش مجھے مطلع فرمائیں۔ ان کی اس عنایت کا بے حد ممنون ہوں گا۔

(شیخ محمد اسماعیل پانی پتی رام گلی نمبر ۳۔ لاہور مغربی پاکستان)

غالب سے متعلق مضامین اور تصانیف کا اشاریہ

(۱) میں غالب سے متعلق مضامین اور تصانیف کا اشاریہ تیار کر رہا ہوں۔ ادب نواز حضرات سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں اپنی معلومات سے مستفید فرما کر اس اہم کام میں میرا ہاتھ بٹائیں۔

(۲) مجھے ایک مقالے کے لئے ہندوپاک سے شائع ہونے والے بچوں کے اردو رسالوں کی فہرست درکار ہے اس لئے متعلقہ حضرات اگر مندرجہ ذیل تفصیل فراہم کر سکیں تو میں شکر گزار ہوں گا۔

(۱) رسالہ کا نام پتہ کے ساتھ (۲) ایڈیٹر کا نام
(۳) کب سے جاری ہے؟ (۴) اگر بند ہو گیا تو کب بند ہو گیا؟

اگر رسالے کا نمونہ ارسال کر سکیں تو زیادہ اچھا ہے۔

(مظفر شبلی نمبر ۹ مارکیٹ اسٹریٹ کلکتہ)

اردو ادب کے ایک مضمون کے بارے میں

"اردو ادب" کے شمارہ ۳، ۱۹۶۸ء میں جناب سخاوت مرزا صاحب کا ایک مضمون بعنوان "دارا شکوہ اور اس کی تصنیفات" شائع ہوا ہے اور ص۵۰ پر درج ہے۔

"ترقیمہ۔ تحت تمام شد دیوان قدوۃ السالکین
زبدۃ العارفین ملک الشعراء بے حزن و اندوہ محمد
دارا شکوہ بتاریخ دویم ماہ جمادی الثانی سنہ کمترین
خاکپائے سالکان حضرت دایان والے صاحب کہ
متصل وزیرآباد" است"

وزیرآباد کے سلسلے میں ... نشان کے تحت حاشیہ میں یہ عبارت درج کی گئی ہے کہ

"وزیرآباد لاہور کا ایک محلہ ہے جہاں وزیرخاں کی مسجد ہے اس لحاظ سے اس نسخہ کی کتابت لاہور میں ہوئی ہے۔"

محترم جناب سخاوت مرزا صاحب کے معلومات میں اضافے کی غرض سے گزارش ہے کہ اس نسخے پر سنہ ہجری بھی بحروف عدد درج نہیں ہے اور اس کے علاوہ لاہور میں کسی محلہ کا نام "وزیرآباد" نہیں ہے البتہ مسجد وزیرخاں "موجود" موجود ہے اور اس مسجد کی وجہ سے اس علاقے کی آبادی کا نام "چوک مسجد وزیرخاں" پڑ گیا ہے۔ ہاں لاہور سے بہت دور شمال مغرب میں وزیرآباد نام کا ایک بارونق شہر اب تک موجود ہے جو ضلع گجرانوالہ میں واقع ہے اسی شہر کے جانشہ کرشن آف "پرتاپ" ہیں اور اس سے دو میل کے فاصلے پر موضع کرم آباد ہے جہاں کے رہنے والے مولانا ظفر علی خاں آف "زمیندار" ہیں۔

یاد رہے کہ دارالسلطنت دہلی کے قریب بھی ایک موضع کا نام "وزیرآباد" ہے اور یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ "حضرت دایان والے صاحب" اسی وزیرآباد کے متصل ہوں اس سلسلے میں مزید تحقیقات کی گنجائش ہے دہلی کا وزیرآباد دلی یونیورسٹی کے قریب ہے اگر جناب سخاوت مرزا صاحب کوشش کریں گے تو مزید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔

(خان غازی کابلی کوچہ رحمان دہلی)

پتہ دیکھئے

اگر آپ کے پتہ کے گرد سرخ نشان ہے تو یہ اس امر کی علامت ہے کہ دو اشاعتوں کے بعد آپ کی میعاد خریداری ختم ہو جائے گی مہربانی فرما کر "ہماری زبان" کی سالانہ قیمت مبلغ پانچ روپیہ منی آرڈر سے بھیجیے۔

مکتوب بھوپال

مدھیہ پردیش میں غالب صدی کا پروگرام

بھوپال:۔ مدھیہ پردیش میں غالب صد سالہ تقریبات منانے کی تیاریاں بڑے زور شور سے جاری ہیں۔ حال ہی میں گورنمنٹ حمیدیہ کالج کے آڈیٹوریم میں صوبائی غالب کمیٹی جلسہ منعقد ہوا جس میں اردو کے نامور اسکالر علامہ نجوی صدیقی کو صدر منتخب کر لیا گیا۔ اس جلسہ میں صوبائی کمیٹی کے پروگرام کو بھی آخری شکل دی گئی اور اسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

جلسہ کے آغاز میں جناب آفاق احمد نے محرک کمیٹی کی طرف سے ابھی تک کی سرگرمیوں کی رپورٹ پیش کی۔ اور بتایا کہ صوبائی کمیٹی کی دعوت پر ابھی تک برہان پور، کھنڈوا، گوالیار، منگاؤلی، جبلپور، نیمچ، اندور، ایچ ای ایل بھوپال وغیرہ میں شہری غالب کمیٹیاں تشکیل پا چکی ہیں اور اس کمیٹی میں یونی ورسٹیوں کے وائس چانسلر ممتاز علم دوست حضرات، ادبا و شعرا و صحافی صاحبان، سیاسی اور سماجی رہنما اور ہر مکتب خیال کی نمایاں شخصیتیں شامل ہیں۔ جلسہ نے ابھی تک کی کارکردگی پر اظہار اطمینان کیا۔

صوبائی کمیٹی نے جو پروگرام منظور کیا ہے اس کے تحت مستقل نوعیت کے علمی و ادبی کام کے ساتھ عوامی دلچسپی کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے۔ علمی کام میں غالب کے مشہور دیوان "نسخۂ حمیدیہ" کا صدی ایڈیشن کی اشاعت کے علاوہ سہا مجددی کی "مطالب غالب" کی ضروری حواشی کے ساتھ دوبارہ اشاعت اور انگریزی، ہندی اردو میں مضامین کے مجموعوں کی اشاعت کی جائے گی۔ غالب سمپوزیم، مجلس مقالات، طرحی مشاعرے، تمثیلی ڈرامہ، شام غالب اور دوسرے کلچرل پروگرام بھی منعقد کئے جائیں گے۔ ان تقریبات کا ایک آئیٹم بھوپال تال میں سیپ شیڈ کے ذریعہ رنگ و نور کا پروگرام ہے۔ اس میں غالب کے شعروں کے عکس اس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی پیشکش، اور سطح آب پر تیرتی غالب نمائش، غالب کی غزلوں کی نغمگی کے ساتھ مل کر ایک عجیب سماں پیش کرے گی۔ جلسہ نے یہ بھی طے کیا کہ غالب کی شایان شان یادگار قائم کی جائے۔ اس سلسلے میں صوبائی سرکار اور میونسپل کمیٹیوں سے رجوع کیا جائے گا۔ صوبہ کی مختلف یونیورسٹیوں میں بی اے میں اردو میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کرنے والے طالب علم کو غالب میڈل دئے جانے اور مختلف کالجوں اور سرکاری یا میونسپل دارالمطالعوں میں گوشۂ غالب قائم کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ اس میٹنگ میں تنظیمی مسائل کو بھی آخری شکل دی گئی۔ میٹنگ میں مختلف امور پر ڈاکٹر کانتی کمار، پروفیسر یوسف کمال بخاری، جناب عباد انصاری، پروفیسر شفیقہ فرحت، جناب ایم عرفان، پروفیسر اکھلیش کمار، جناب عزیز قریشی، جناب حبیب احمد ایڈوکیٹ، جناب شررجوشی، جناب شرقی عثمانی، مستقرا بابو اور دوسرے اصحاب نے اظہار خیال کیا۔ گوالیار غالب کمیٹی کے جنرل سکریٹری جناب اسلام الدین نے رپورٹ پیش کی اور سرگرمی کے ساتھ جلسہ کی کارروائی میں حصہ لیا۔ جلسہ کی صدارت جمعیۃ العلماء کے صدر مولانا صدرالدین انصاری ایڈوکیٹ نے فرمائی۔

"یاد غالب": انجمن ترقی اردو جبلپور کا طرحی مشاعرہ

انجمن ترقی اردو جبلپور جو ہر ماہ طرحی مشاعرہ منعقد کرتی ہے اور اس کا انتخاب بھی ایک گلدستہ کی شکل میں شائع کرتی ہے۔ اس نے طے کیا ہے کہ غالب صدی کے سال کے دوران اپنے ماہانہ مشاعروں میں غالب کا مصرع بطور طرح دیا جائے گا۔ چنانچہ ۵ مشاعروں کی بے مثال کامیابی کے بعد اس سلسلہ کا چھٹا مشاعرہ جناب نذیر احمد انصاری ایڈوکیٹ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ اس میں ۲۳ شعرائے کرام کا کلام پڑھا گیا۔ طرح کے مصرعے حسب ذیل تھے۔

(۱) حسرت کشوں کو ساغر و مینا نہ چاہئے

(۲) میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے۔

جن شعرا نے اپنا کلام سنایا ان میں جناب بنا لالی شریواستو ساقی منیر، جناب پریم چند شریواستو صدر انجمن، پروفیسر خلیف انصاری، حافظ خلیل الرحمٰن غوری وغیرہ بھی شامل تھے۔ اس مشاعرہ کے انتخاب کو بھی ایک گلدستہ کی شکل میں جنرل سکریٹری انجمن نے شائع کیا ہے۔

(حسنات صدیقی آفس سکریٹری ایم پی انجمن ترقی اردو)

لکشمی بائی گرلز کالج میں ڈرامہ "مرزا نوشہ اور چودھویں"

بھوپال:۔ مقامی لکشمی بائی گرلز کالج میں جہاں تقریباً تین سو طالبات بی اے سے لیکر ایم اے کلاسز تک اردو کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں سالانہ تہذیبی تقریبات کو گاندھی اور غالب صدی کی شکل میں منایا گیا۔ ان تقریبات میں صوبہ کے گورنر شری ریڈی اور مشہور گاندھیین اسکالر دادا دھرم ادھیکاری نے شرکت کی کالج کی پرنسپل محترمہ اندو مہتا نے کہا کہ یہ ایک یادگار سال ہے جب ملک کے دو عظیم ترین سپوتوں کی شتابدیاں ساتھ ساتھ پڑ رہی ہیں۔ اس موقع پر گاندھی جی اور مرزا غالب کی تصویروں کو ہار پہنائے گئے کالج کی طالبات نے گاندھی جی کی زندگی پر خیندے پیش اور مرزا غالب پر سعادت حسن منٹو کا لکھا مشہور ڈرامہ "مرزا نوشہ اور چودھویں" کالج کی طالبات نے پیش کیا۔ اس موقعہ پر غالب کی ایک غزل بھی ترنم کے ساتھ سنائی گئی۔

گرلز کالج غالب صدی پر جہاں تحریری مقابلے، بیت بازی، شام غالب، وغیرہ کا انعقاد کر رہا ہے وہاں اپنے میگزین کا غالب نمبر بھی شائع کر رہا ہے۔

پریم چند پر تقریریں

یہاں پریم چند پر ڈاکٹریٹ لینے والے جناب قمر رئیس ریڈر دلی یونی ورسٹی کی آمد پر مقامی حمیدیہ کالج اور ایم ایل بی گرلز کالج میں جلسوں کا بندوبست کیا گیا۔ حمیدیہ کالج میں ڈاکٹر قمر رئیس نے اپنی تقریر میں پریم چند کے فن کو نئے حقائق کی روشنی میں جانچنے کا مشورہ دیا جبکہ کالج کے پرنسپل ڈاکٹر گوپال ویاس نے اپنی تقریر میں پریم چند کی انسانیت دوستی پر روشنی ڈالی اور کہا کہ وہ لسانی عصبیت کے سخت خلاف تھے۔ صدر شعبہ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے تعارف کرایا۔ مس سہیل فاطمہ نے صدارت کی۔

گرلز کالج میں قمر رئیس صاحب نے خصوصی طور پر "گئودان" پر اپنی تقریر کی۔ پروفیسر شفیقہ فرحت نے تعارف کرایا اور پروفیسر ایم ایم خان نے مہمان کا شکریہ ادا کیا۔ آپ نے سیفیہ کالج اور رائٹرز کلب کے جلسوں میں بھی شرکت کی اور غالب پر اظہار خیال کیا۔

ادارہ تجدید ادب کا مشاعرہ

ادارہ تجدید ادب نے جناب ایم عرفان کی صدارت میں "یاد غالب" کی سرخی سے اپنا سالیوان طرحی مشاعرہ منعقد کیا جس میں ۲۶ شعرا کرام نے غالب کے مصرعے سے

"سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں" پر

طرحی غزلیں پڑھیں اور داد سخن پائی۔

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے کنونشن میں اردو کو ریاست کی دوسری علاقائی زبان قرار دینے کا مطالبہ

حیدر آباد:۔ انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے پانچویں سالانہ دو روزہ کنونشن کے پہلے دن سہ پہر کو اردو ہال حمایت نگر میں انجمن کی شاخوں کے صدور اور معتمدین کے خصوصی اجتماع میں آندھرا پردیش میں اردو کی ترویج و ترقی اور اس کے ساتھ انصاف کرنے پر زور دیا گیا اور کہا گیا کہ اردو کے تعلق سے ریاست کے مختلف حصوں میں جو ناانصافی کی جارہی ہے اس کے ازالہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اجتماع میں شہر اور اضلاع کے شاخوں کے ایک سو سے زائد مندوبین نے اردو کے مسائل اردو والوں کی دشواریوں اور نمائندگی کے طریق کار کا جائزہ لیا۔ نواب میر احمد علی خاں صدر انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ اردو سارے ملک میں بولی اور سمجھی جانے والی زبان ہے آندھرا پردیش کے اضلاع میں اکثریت کی زبان تلگو ہے لیکن اس کے صدر مقام حیدر آباد میں عوام کی اکثریت اردو بولتی ہے اور آبادی کے بڑے حصہ کی مادری زبان اردو ہے۔ انھوں نے حکومت آندھرا پردیش کے اردو زبان کے ساتھ موجودہ رویہ پر تشویش کا اظہار کیا۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ اس وقت انجمن ترقی اردو کی شاخیں پوری ریاست میں قائم ہوچکی ہیں اور اس کے زیر اہتمام گذشتہ سال جو ہفتہ اردو منایا گیا اس میں ہزاروں کی تعداد میں تلگو داں حضرات نے بھی شرکت کی اس طرح اردو نہ صرف شہر حیدر آباد بلکہ ریاست گیر تحریک بن گئی انھوں نے کہا کہ اردو کو ریاست کی دوسری سرکاری زبان تسلیم کرلیا جانا ضروری ہے۔ جناب حبیب الرحمٰن معتمد عمومی

انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے اپنی خیر مقدمی تقریر میں کہا کہ اردو کے مسائل اور اس کے حقوق کے تحفظ کے لئے رائے عامہ ہموار کرنا ضروری ہے جمہوری اقدار کو ملحوظ رکھتے ہوئے پر امن طریقہ پر ان کی یکسوئی کے لئے مسلسل جدوجہد کی جارہی ہے لیکن حکومت سے نمائندگی کا خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلنے پر اردو والوں میں مایوسی اور تشویش پیدا ہوگئی ہے۔ جناب حبیب الرحمن نے اردو کے حقوق اور ان کی ہمہ گیریت کو منوانے کے لئے اردو دوستوں سے اپیل کی کہ وہ متحدہ جدوجہد کریں۔ جناب حبیب الرحمن نے اردو تنظیم میں نئی توانائی پیدا کرنے کو ناگزیر قرار دیتے ہوئے اضلاعی شاخوں کو اپنی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کا مشورہ دیا۔ پروفیسر حسینی شاہد نے اپنی تقریر میں کہا کہ اردو کو زندہ رکھنے اور حقوق کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے طریقہ کار کا جائزہ لیں۔ جب تک اس مسئلہ کو ہماری تہذیب ہمارے افکار ہمارے خیالات اور ہمارے سماجی مسائل سے جوڑنے کی ضرورت ہے۔ جناب عبدالرزاق صولت نے اپنی تقریر میں کہا کہ اردو کے لئے مراعات پر تکیہ کرنے کی پالیسی کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ جناب خواجہ معین الدین نے اپنی تقریر میں بتایا کہ مقامی طور پر جماعت اول سے میٹرک تک متوازی اردو جماعتیں قائم کی گئی ہیں یہاں کے کالجوں میں اردو کو دوسری زبان کی حیثیت سے تسلیم کر لیا گیا ہے انھوں نے کہا کہ اردو کی ترقی میں تلگو والے اور ہندو بھائی بہتر تعاون کر سکتے ہیں۔ جناب پیرزادہ نظامی نے کہا کہ علاقہ تلنگانہ میں اردو کو پروان چڑھانے اور فروغ دینے کے لئے اردو والے عوام مسلسل جدوجہد کر رہے ہیں گنتور، کرنول اور کڑپہ میں مکمل اردو ذریعہ تعلیم کے ہائی اسکول قائم کئے گئے ہیں اور اننت پور اور ہندو پور میں مڈل اسکول تک اردو کے متوازی جماعتیں قائم کی گئی ہیں۔ جناب عطاء اللہ نے کہا کہ حکومت کی اردو کے تعلق سے معلنہ پالیسی پر تحت کے عہدیدار عمل نہیں کر رہے ہیں۔ جناب مکند لال مصرا نے کہا کہ حکومت اور ہمارے ریاستی وزراء کے موجودہ رویہ سے پتہ چلتا ہے کہ آندھرا پردیش میں اردو کا مستقبل تاریک ہے کیونکہ حکومت اپنے وعدوں سے انحراف کر رہی ہے۔ جناب محمود الرحمن نے کہا کہ آندھرا کے علاقہ سرکار میں اردو کے لئے بہت کم کام ہو رہا ہے ابتدا میں جناب سری نیواس لاہوٹی نے مہمانوں کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اس اجتماع کا مقصد اردو کے مسائل سے واقفیت اور اردو کے حقوق کی حفاظت کرنے کے مختلف امور کا جائزہ لینا ہے انھوں نے بتایا کہ آندھرا پردیش میں انجمن ترقی اردو کی (۵۲) شاخیں ہیں انھوں نے انجمن کے زیر اہتمام نکلنے والے ترجمان "ترقی اردو" کو مستحکم بنانے اور اردو آرٹس کالج بلڈنگ کی تعمیر میں فراخدلانہ عطیے دینے کی اپیل کی۔

(سری نیواس لاہوٹی)

انجمن ترقی اردو آندھرا کے کنونشن میں وزیر تعلیم جناب پی۔ وی۔ نرسمہا راؤ کی تقریر

حیدرآباد: ریاستی وزیر تعلیم جناب پی وی نرسمہا راؤ نے اردو بولنے والے عوام کو یہ یقین دلایا کہ دیگر زبانوں کے ساتھ ساتھ اردو ترقی کرے گی اردو زبان کا مستقبل درخشاں ہے ریاستی حکومت کا تعاون دیگر زبانوں کی طرح اردو زبان کی ترقی میں بھی برقرار رہے گا۔ وزیر تعلیم اردو ہال حمایت نگر میں انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش کے پانچویں سالانہ کنونشن کا افتتاح کر رہے تھے۔ نواب میر احمد علی خاں صدر انجمن ترقی اردو آندھرا پردیش نے کنونشن کی صدارت کی وزیر تعلیم نے وضاحت کی کہ یہ سوچنا غلط ہوگا کہ ریاستی سرکاری زبان بل جسے مقننہ میں منظوری ہو چکی ہے، اردو زبان کے موقف کو ختم یا کمزور کر دیگا۔ لیکن اس بل میں اردو کے ساتھ ساتھ دوسری زبانوں کو بھی تحفظ دیا گیا ہے وزیر تعلیم نے کہا کہ ریاست میں ۱۹۶۶ء کے اواخر میں قانون سرکاری زبان منظور کیا گیا جس میں اردو زبان کی ترویج کو ملحوظ رکھا گیا جس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ۲۵ رمئی ۱۹۶۶ء کو سرکاری اعلامیہ جاری کیا گیا جس کے ذریعہ اس امر کو معین کیا گیا کہ کن صورتوں میں اردو زبان کو رائج کیا جاسکتا ہے۔ وزیر تعلیم نے اردو والوں سے

دیں گی کہ پہلے وہ اس اعلامیہ کے مضمرات کا جائزہ لیں۔ ریاستی اسمبلی میں منظور شدہ قرارداد کا ذکر کرتے ہوئے وزیر تعلیم نے کہا کہ یہ قرارداد اردو کے خلاف نہیں ہے جلد ہی کل ہند سطح پر لسانی اقلیتوں کی زبانوں کے مسئلہ کو حل کیا جائے گا۔ وزیر تعلیم نے بتایا کہ دوسری ریاستوں کی بہ نسبت حکومت آندھرا پردیش نے اقلیتوں کی زبانوں کے تعلق سے فراخدلانہ پالیسی اختیار کر رکھی ہے ریاست کے مدارس میں اردو کے علاوہ مرہٹی کنڑی، اڑیا اور تامل زبان میں بھی تعلیم دینے کی سہولتیں بہم پہونچائی گئی ہیں۔ مجوزہ جونیر کالجوں میں ذریعہ تعلیم کا تذکرہ کرتے ہوئے جناب نرسمہا راؤ نے کہا کہ حکومت ان کالجوں میں تلگو ذریعہ تعلیم کے رواج کے بعد اس کے تجربات کی روشنی میں اردو ذریعہ تعلیم کے جونیر کالجوں کے قیام کے مطالبہ پر بھی ہمدردانہ غور کرے گی۔ وزیر تعلیم نے یہ بھی کہا کہ اگر اردو والے اپنی جانب سے جونیر کالج قائم کریں تو حکومت انھیں ممکنہ مالی اور دیگر سہولتیں بہم پہونچائے گی۔　　　(سرخواس لاہوتی)

سوشلسٹ پارٹی اترپردیش میں اردو کو دوسری زبان قرار دے گی

خلیل آباد۔ اترپردیش سوشلسٹ پارٹی کے صدر جناب چندربلی سنگھ نے اعلان کیا ہے کہ ان کی پارٹی اردو کو اترپردیش کی دوسری زبان قرار دے گی۔ جناب چندربلی سنگھ یہاں اپنی پارٹی کے کارکنوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انھوں نے اردو کو صوبہ کی دوسری زبان قرار دینے کے سلسلے میں یہ دلیل پیش کی کہ اردو کی مخالفت وہ لوگ کرتے ہیں جو انگریزی کے حامی ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ اردو کی مخالفت کے جوش میں سنسکرت آمیز ہندی عام ہو اور انھیں انگریزی کو برقرار رکھنے کا بہانہ ملے۔　　　(ریاست)

جامعہ ملیہ میں غالب صدی پروگرام

دہلی۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ نے غالب کی صد سالہ برسی منانے کے لئے ایک جامع پروگرام بنایا ہے۔ شیخ الجامعہ پروفیسر محمد مجیب صاحب کی تجویز ہے کہ ان مقامات پر جہاں لوگ غالب سے پوری طرح واقف نہیں ہیں، وہاں جلسے اور نمائشیں کی جائیں، ان جلسوں میں آسان اور عام فہم اردو میں یا علاقائی زبان میں مضمون پڑھے جائیں اور ترنم کے ساتھ غالب کی عام فہم غزلیں سنائی جائیں اس سلسلے میں مختلف یونیورسٹیوں کو لکھا گیا تھا اور انھوں نے شیخ الجامعہ صاحب کی اس تجویز کو مان لیا ہے اور جلسوں کے لئے تاریخوں کا تعین ہوگیا ہے۔ ان یونیورسٹیوں کو پیش کرنے کے لئے غالب کی رنگین تصویریں تیار کرائی گئی ہیں۔ جامعہ میں غالب کا ایک مجسمہ لگانے کا بھی فیصلہ کیا گیا ہے جسے ایک مشہور آرٹسٹ بنا رہے ہیں اور جس کی اونچائی ۷ فٹ ہوگی۔

پروفیسر محمد مجیب صاحب نے غالب پر انگریزی میں ایک مختصر سی کتاب بھی لکھی ہے، جس میں غالب کی زندگی، ان کے عہد، ان کی شاعری کی خصوصیات اور روایات پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے منتخب کلام کا انگریزی میں منظوم ترجمہ کیا گیا ہے۔ غالب کے اردو کلام کا ایک انتخاب بھی شائع کیا جا رہا ہے جو صحت اور خوبصورتی کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہوگا اس کے لئے پروفیسر محمد مجیب صاحب نے ایک مبسوط مقدمہ لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ماہنامہ جامعہ کا "غالب نمبر" بھی نکالا جائے گا، جس میں غالب کی شاعری اور شخصیت پر سیر حاصل مضامین ہوں گے۔ جامعہ کے ایک استاد اور بچوں کے شاعر و ادیب جناب محمد شفیع الدین صاحب نیر نے جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب (صدر جمہوریہ) کے ارشاد اور ہدایت پر "غالب کی کہانی" کے نام سے بچوں کے لئے ایک کتاب تیار کی ہے جسے جناب ذاکر صاحب اور پروفیسر محمد مجیب صاحب نے بہت پسند فرمایا ہے۔ مدرسہ ثانوی کے طالب علم اپنے میگزین کا غالب نمبر نکال رہے ہیں، جو اردو کے علاوہ ہندی اور انگریزی میں بھی ہوگا۔

(عبد اللطیف اعظمی)

صفحہ ۶ سے آگے

جب کہ یہ لوگ ہمارے یہاں کے مایۂ ناز لکھنے والوں میں ہیں ان کے بجائے تیسرے اور چوتھے درجے کے "کاتا اور لے دوڑی" قسم کے لکھنے والوں کی کتابیں آئے دن بازار میں آتی رہتی ہیں، یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ہمیں سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے۔

صفحہ ۴ سے آگے

ہاں وہ نہیں خدا پرست جاؤ وہ بے وفا سہی
جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

محفل ناز ہے وہی لاکھوں نیاز مند ہیں
نعرۂ عیش اسی طرح شام و سحر بلند ہیں
پوچھے ضرورت ان سے پھر کیوں وہ انھیں پسند
غالب شعر کے بغیر کون سے کام بند ہیں
روئے زار زار کیا کیجئے ہائے ہائے کیوں

اردو گھر فنڈ

یکم جنوری ۱۹۶۹ء تا ۱۵ر جنوری ۱۹۶۹ء

نمبر شمار	نام و مقام معطی	رقم چندہ	ذریعہ ترسیل	وصول کیفیت
۱	جناب اقبال احمد ایم۔اے۔ کرنول	۱۰-۵۰	منی آرڈر	خود
۲	جناب اسماعیل محمد قاسم مقدم کوتھرا	۱۰-۰۰	"	معرفت جناب مدیر ہماری زبان داپولی
۳	جناب محمد حسین محمد اسماعیل لنگلے کوتھرا	۱۰-۰۰	"	
۴	جناب سید مسعود حسن رضوی ادیب ادبستان دین دیال روڈ لکھنؤ	۵۰-۰۰	"	خود
۵	جناب آفاق احمد صاحب	۵-۰۰	چک	معرفت پروفیسر آفاق احمد صاحب جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو بھوپال
۶	محترمہ شفیقہ فرحت صاحبہ	۵-۰۰	"	
۷	جناب حسن مسعود صاحب	۵-۰۰	"	
۸	جناب عبد الغنی "	۱-۰۰	"	
۹	جناب حامد جعفری "	۱-۰۰	"	
۱۰	جناب اشتیاق انصاری "	۱-۰۰	"	
۱۱	جناب نکہت علی خاں "	۱-۰۰	"	
۱۲	جناب عزیز انصاری "	۱-۰۰	"	
۱۳	جناب ری۔پی۔ سنگھ "	۱-۰۰	"	
۱۴	جناب اقبال احمد "	۱-۰۰	"	
۱۵	جناب ایم۔ایم۔ بیگ "	۱-۰۰	"	
۱۶	جناب ادریس شاہ خاں "	۱-۰۰	"	
۱۷	جناب شبیر احمد صدیقی "	۱-۰۰	"	
۱۸	جناب حبیب الدین خاں "	۱-۰۰	"	
۱۹	جناب شہناز پرویز "	۱-۰۰	"	
۲۰	جناب انوار محمد "	۱-۰۰	"	
۲۱	جناب اختر علی خاں "	۱-۰۰	"	
۲۲	جناب شہریار مدنی "	۱-۰۰	"	
۲۳	جناب ظفر اقبال "	۱-۰۰		
۲۴	مس فریدہ تنظیم، بٹہ مالو سری نگر کشمیر	۵-۰۰	منی آرڈر	خود
۲۵	جناب ڈاکٹر ابراہیم آتش صاحب باگکوٹ	۵-۰۰	"	معرفت مدیر ہماری زبان
۲۶	جناب سبحان محمد یوسف پرکار صاحب باگکوٹ	۵-۰۰	منی آرڈر	معرفت مدیر ہماری زبان خود صاحب داپولی
۲۷	جناب محمد صاحب محمد علی حسوارے پنڈیری	۵-۰۰	"	
۲۸	جناب محمود جمال الدین حسوارے پنڈیری	۵-۰۰	"	
۲۹	جناب احمد محمود صاحب حسوارے پنڈیری	۵-۰۰	"	
۳۰	جناب علی غلام محی الدین حسوارے پنڈیری	۵-۰۰	"	

میزان حال ۱۴۷٫۵۰

" سابق ۹٫۷۵۷٫۷۵

" کل ۹٫۹۰۵٫۲۵

تصحیح

۱۵ر دسمبر ۱۹۶۸ء کے شمارے میں سلسلہ نمبر ۲۰ اور ۲۱ پر کتابت کی غلطی سے ایک ایک روپیہ تحریر ہوگیا ہے جبکہ اصل رقم پانچ پانچ روپے ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ، پرنٹر و پبلشر سید ضیاء علی نے لیتھو کلر پرنٹرس میں چھاپا اور دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا